© rasailojaraid.com

اصل محرک ہوتی تو دنیا کی بڑی بڑی اسلامی بنیاد پرست حکومتوں میں دہشت گردوں کی اکثریت ہوتی، لیکن عراق اور سعودی عرب سے تین گنا زیادہ آبادی والے ۷ کروڑ مسلمانوں کے ملک ایران سے کوئی بھی دہشت گرد پیدا نہیں ہو رہے، اور نہ عراق میں یہ ایران سے آرہے ہیں۔ پھر ۲ کروڑ آبادی کا ملک سوڈان انتہائی بنیاد پرست ہے۔ اسامہ بن لادن نے تین سال یہاں بھی گزارے ہیں، لیکن یہاں سے کوئی بھی حملہ نہیں ہوا۔ خود عراق کو دیکھیے، ہمارے حملے سے پہلے عراق کی تاریخ میں کسی خودکُش حملے کا ریکارڈ نہیں ہے۔ لیکن ہمارے حملے کے بعد اس میں تیزی سے اضافہ ہو رہا ہے۔ ۲۰۰۳ء میں ۲۰ حملے، ۲۰۰۴ء میں ۴۸ حملے اور ۲۰۰۵ء کے پہلے پانچ مہینوں میں ۵۰ سے زیادہ۔ امریکی افواج کی موجودگی کی وجہ سے ان حملوں میں ہر سال دگنا اضافہ ہو رہا ہے'۔

رابرٹ پاپ وضاحت کرتا ہے: '۱۹۸۰ء کے بعد سے ہونے والے اُن ۴۶۲ خودکُش حملوں کا میں نے پورا ریکارڈ جمع کیا ہے جس میں حملہ آور نے اپنا مشن بھی مکمل کیا اور اپنے آپ کو ہلاک بھی کر دیا۔ ان میں چند ہی وہ ہیں جو کسی دہشت گرد گروپ سے طویل عرصے تک سے وابستہ رہے ہوں۔ زیادہ تر کے لیے تشدد کا پہلا تجربہ خود ان کا یہ حملہ ہی ہوتا ہے۔ اس بات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ ہمارے حملے سے پہلے عراق میں دہشت گرد تنظیمیں ہمارا انتظار کر رہی تھیں۔ امرواقع یہ ہے کہ ہمارے حملے اور عراق پر کنٹرول حاصل کرنے کی کوشش نے خودکُش دہشت گرد پیدا کیے ہیں۔ ہماری اطلاعات کے مطابق دہشت گرد زیادہ تر عراقی سنی اور سعودی باشندے ہیں۔ یہی وہ دو علاقے ہیں جہاں ہماری افواج موجود ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہماری خودکُش دہشت گردی کی منطق درست ہے'۔

وہ دعویٰ کرتا ہے کہ القاعدہ کی ایک خفیہ دستاویز سے یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ اگلی مختصر مدت میں امریکا پر حملہ کرنے کے بجائے اس کے حلیفوں کو نشانہ بنائیں گے تاکہ دہشت گردی کے خلاف قائم اتحاد ٹوٹ جائے۔ اس دستاویز میں یہ بحث موجود ہے کہ حملہ برطانیہ پر کریں، پولینڈ پر یا اسپین پر۔ یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ اسپین پر مارچ ۲۰۰۴ء کے انتخابات سے پہلے حملہ کیا جائے تو وہ اپنی فوجیں واپس بلالے گا اور پھر دوسرے بھی یہی کریں گے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا۔ اس دستاویز کے علم میں آجانے کے بعد میڈرڈ میں حملہ ہوا، اسپین نے فوجیں واپس بلالیں، اور کچھ دوسرے ممالک نے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

بھی۔ القاعدہ نے ۲۰۰۲ء میں ۱۵ خودکُش حملے کیے ہیں۔ یہ نائن الیون سے پہلے کے مجموعی حملوں سے زیادہ ہیں۔ عجیب بات ہے کہ ہماری تمام ترکوششوں کے باوجود القاعدہ کمزور نہیں ہوئی بلکہ پہلے سے زیادہ مضبوط ہے۔

پوچھا جاتا ہے کہ دہشت گردی کے خلاف جنگ میں فتح کا کیا مطلب ہے؟ فتح یہ ہے کہ ہمیں اپنا کوئی اہم مفاد قربان نہ کرنا پڑے اور نہ امریکی باشندے خودکُش حملوں کی زد میں آئیں، یعنی ہمیں تیل کی فراہمی برقرار رہے اور دہشت گردوں کی کوئی نئی نسل پیدا نہ ہو۔ ۷۰ء اور ۸۰ء کے عشروں میں ہم نے اپنے یہ مقاصد عرب سرزمین پر اپنا کوئی فوجی بھیجے بغیر حاصل کیے۔ اب بھی اسی حکمت عملی کی ضرورت ہے۔

دیکھا جائے تو ہر غیر ملکی تسلط سے خودکُش دہشت گردی پیدا نہیں ہوتی۔ یہاں مذہب کا دخل سامنے آتا ہے مگر اس طرح کا نہیں جس طرح کا لوگ سوچتے ہیں۔ اگر قبضہ کرنے والے اور مقبوضہ معاشرے اور علاقے کے مذاہب مختلف ہیں تو دہشت گردی کا عمل سامنے آتا ہے۔ لبنان اور عراق میں بھی یہی وجہ ہے اور ایسا ہی معاملہ سری لنکا میں سنہالی بدھ اور تامل ہندوؤں کا ہے۔ مذہبی فرق کی وجہ سے دہشت گرد رہنما قابض حکمرانوں کا خراب نقشہ پیش کرتے ہیں لیکن ضروری ہے کہ قبضہ کرنے والا وہاں ہو۔ اگر قابض فوج وہاں موجود نہ ہو تو اسامہ بن لادن خواہ کتنی ہی دلیلیں دے' اس کے مخاطب لوگوں میں اس کا کوئی وزن نہ ہوگا۔ چونکہ ہماری فوجیں وہاں موجود ہیں' اس لیے ہم اس کی اس بات کا جواب نہیں دے سکتے۔

رابرٹ پاپ کے بقول: 'یہ سمجھا جاتا ہے کہ امریکی فوج واپس چلی جائے تب بھی یہ حملے بند نہ ہوں گے۔ لیکن میرے خیال میں یہ صحیح نہیں ہے۔ گذشتہ ۲۰ برس کی تاریخ ثابت کرتی ہے کہ دہشت گردوں کے وطن سے اگر غیر ملکی فوج واپس چلی جائے تو عموماً حملے فوراً رک جاتے ہیں۔ لبنان سے اسرائیلی فوجیں واپس چلی گئیں تو دہشت گردوں نے ان کا پیچھا تل ابیب تک نہیں کیا۔ فلسطین کی دوسری تحریک انتفاضہ میں بھی یہی صورت دیکھی جاسکتی ہے۔ اسرائیل کے صرف یہ وعدہ کرلینے سے کہ وہ علاقے خالی کرے گا' حملوں میں کمی آگئی۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ افواج کی واپسی مزید خودکش حملہ آوروں کی بھرتی کے امکانات کو کم کردیتی ہے'۔

© rasailojaraid.com